الغرض امام عبیداللہؒ کے تینوں شاگرد اس پر متفق ہیں۔

(۴) صلوٰۃ التسبیح کی حدیث کئی صحابیوں سے مروی ہے۔ اس حدیث میں بھی جلسۂ استراحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً ثابت ہے۔ {سندھا حسن (مرعاۃ جلد ۲ ص ۲۵۲ و ۲۵۳)}

⑩ ایک سلام سے تین رکعت وتر جائز نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تُوتِرُوا بِثَلٰثٍ اوتروا	تین رکعت وتر مت پڑھو
بخمس او سبع ولا تشبھوا	پانچ رکعت وتر پڑھ لو یا
بصلوٰۃ المغرب {رواہ الدارقطنی	سات رکعت وتر پڑھ لو
وقال کلھم ثقات ورواہ الحاکم وصححہ ھو	لیکن صلوٰۃ المغرب سے
والذھبی ورواہ ابن حبان وصححہ ھو والعراقی	مشابہت مت پیدا کرو۔

ومجد الدین الفیروز آبادی وابن القیم (تعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی ص۱۷۲ و نیل جز ۳ ص ۳۱)

یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے اور بالکل صحیح ہے۔ اس حدیث نے صاف فیصلہ کر دیا کہ تین رکعت وتر نہیں پڑھنے چاہئیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تین رکعت وتر پڑھنے جائز تو ہیں لیکن اس طرح کہ صلٰوۃ المغرب سے مشابہت نہ ہو اور وہ اس طرح کہ دوسری رکعت پر بیٹھا نہ جائے بلکہ صرف تیسری رکعت پر بیٹھا جائے۔ اور اس کی دلیل میں وہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں:۔

رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کان رسُولُ اللہ صلی
تین رکعت وتر پڑھتے تھے،	اللہُ علیہ وسلم یوتر
اُن میں صرف آخری رکعت	بثلث لا یقعد الا فی
پر بیٹھتے تھے۔	آخرھن (رواہ الحاکم عن عائشۃ)

وصححہ علی شرط الشیخین ۔ بلوغ الامانی جزء ۲ ص ۲۹۴]

یہ حدیث متناً مشکوک ہے، اور اس کی کئی وجوہ ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

(۱) امام بیہقی معرفۃ السنن والآثار میں لکھتے ہیں:۔

وروی ابان بن یزید عن قتادۃ وقال فیہ: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلٰث لا یقعد الا فی اٰخرھن وھو بخلاف روایۃ ابن ابی عروبۃ وھشام الدستوائی ومعمر وھمام عن قتادۃ [تعلیق	ابان بن یزید نے قتادہ سے حدیث روایت کی جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے ان میں کسی رکعت پر نہ بیٹھتے سوائے آخری کے۔ لیکن یہ روایت اس کے خلاف ہے جو قتادہ سے ابن ابی عروبہ، ہشام الدستوائی، معمر اور ہمام

نے روایت کی ہے۔ المغنی شرح دارقطنی ص۱۷۲}

امام بیہقی کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ قتادہ سے اکیلے ابان نے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے، قتادہ کے دوسرے چار شاگردوں نے اس کو دوسرے الفاظ سے روایت کیا ہے۔ نسائی کی روایت میں ان چاروں کی متابعت سعید نے بھی کی ہے۔ لہٰذا پانچ کے متفق علیہ الفاظ کے مقابلہ میں ابان اکیلے کے الفاظ صحیح نہیں ہو سکتے۔ صحیح وہی ہیں جو ان پانچ نے بیان کئے ہیں۔ اور وہ الفاظ درج ذیل ہیں جو ابن ابی عروبہ کی روایت سے امام بیہقی نے خود ہی نقل کئے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلم لا يسلم في ركعتين الاوليين من الوتر.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

{تعلیق المغنی ص۱۷۲}

یہی الفاظ امام حاکم نے بھی نقل کئے ہیں اور حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اور اسی مضمون کے الفاظ نسائی میں ہیں۔

(۲) اس حدیث کی راوی حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں، اور وہ تین رکعت وتر پڑھنے کی مخالف ہیں۔ وہ فرماتی ہیں:۔

الوتر سبع او خمس انی	وتر سات بھی ہیں، پانچ بھی
لاکره ان یکون ثلاثاً	ہیں، اور بے شک میں تین دم کٹے
بتیراء {رواہ محمد بن نصر فی قیام	کو مکروہ سمجھتی ہوں۔

اللیل وصححہ العراقی نیل الاوطار جزء ۳ صـ ۳۱}

اگر حضرت عائشہؓ نے "لایقعد" یا "لایسلم" کے لفظ کہے ہوتے تو وہ تین کو مکروہ کیوں کہتیں۔

امام احمد نے حضرت عائشہؓ کی حدیث کو ضعیف کہا ہے {منتقی الاخبار جلد ۳ صـ ۳۱}

امام بیہقی نے بھی اس کو خطاء بتایا ہے {نیل الاوطار جز ۳ صـ ۳۱}

کیونکہ "لایقعد" کے الفاظ ثابت نہیں ہیں لہذا

مشابہت بالمغرب کو کالعدم کرنے کی یہ صورت خود کالعدم ہے۔ اور کیونکہ بقول امام احمد یہ حدیث ضعیف ہے لہٰذا "لایسلّم" بھی ثابت نہیں لہٰذا تین رکعت ایک سلام سے پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

مشابہت اصلی تین رکعت وتر پڑھنے کی ممانعت میں جو الفاظ وارد ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ مغرب سے مشابہت تعدادِ رکعات میں ممنوع ہے نہ کہ طرزِ ادائیگی میں۔ اگر صرف طرزِ ادائیگی میں مشابہت ممنوع ہوتی تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت سے منع نہیں فرماتے بلکہ یہ فرماتے کہ "تین رکعت وتر پڑھو مگر مغرب سے مشابہت نہ کرو۔" اور کیونکہ ایسے لفظ حدیث میں نہیں ہیں لہٰذا مشابہت بالعدد ممنوع ہوئی نہ کہ مشابہت بالطّریق۔

مشابہت بالعدد کے ممنوع ہونے پر ایک اور قرینہ بھی

حدیث میں موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ تین کی ممانعت کے بعد رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "پانچ رکعت وِتر پڑھ لو یا سات رکعت وتر پڑھ لو"۔ اس کے صاف معنٰی یہ ہوئے کہ تعداد میں بڑھا کر پانچ پڑھ لو یا سات پڑھ لو لیکن تین نہ پڑھو۔ پانچ اور سات کا ذکر صاف بتا رہا ہے کہ مشابہت بالعدد مراد ہے نہ کہ مشابہت بالطریق۔

الغرض حدیثِ مذکور سے ثابت ہوا کہ تین رکعت وتر اکٹھی خواہ کسی طرح سے بھی پڑھی جائیں ناجائز ہیں۔

اعتراض بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تین رکعت وتر پڑھے ہیں اور یہ حدیثیں بالکل صحیح ہیں لہٰذا تین رکعت بھی جائز ہیں۔

جواب تین رکعت وتر پڑھنے کی احادیث ذیل میں درج کی جا رہی ہیں:۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کی صلوٰۃ میں) چار رکعت پڑھتے، کچھ نہ پوچھو کہ کتنی حسین و طویل ہوتی تھیں۔ پھر چار رکعت پڑھتے، کچھ نہ پوچھو کتنی حسین اور طویل ہوتی تھیں۔ پھر تین رکعت پڑھتے"۔

{صحیح بخاری و صحیح مسلم}

اس حدیث کے کئی جوابات ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

۱۔ اس حدیث میں ہے کہ چار پڑھیں، پھر چار پڑھیں، پھر تین پڑھیں۔ اگر تین اکٹھی تھیں تو چار چار بھی اکٹھی ہوئیں۔۔ لیکن اس کا نہ کوئی قائل ہے نہ عامل کہ تہجد و تراویح چار چار رکعت اکٹھی پڑھی جائیں۔ جب وہ چار چار اکٹھی نہیں تھیں تو یہ تین بھی اکٹھی نہیں تھیں۔ اس حدیث میں تین رکعت کو ایک سلام سے پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

۲۔ اس حدیث کی راوی حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں۔ وہ ان گیارہ رکعات کی تشریح خود کرتی ہیں۔ فرماتی ہیں:۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ	رسول اللہ صلے اللہ علیہ
علیہ وسلم یصلی مابین	وسلّم عشاء اور فجر کے
ان یفرغ من صلاۃ	درمیان گیارہ رکعت
العشاء الی الفجر	پڑھتے تھے، ہر دو پر سلام
احدی عشرۃ رکعۃ	پھیرتے تھے اور ایک
یسلم بین کل رکعتین	رکعت وتر پڑھتے تھے۔
ویوتر بواحدۃ ___	{صحیح بخاری و صحیح مسلم}

اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ نہ چار ایک سلام سے تھیں اور نہ تین ایک سلام سے تھیں۔

چار اور پھر چار اور پھر تین کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنے سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں کچھ دیر

آرام فرمالیا کرتے تھے۔ اور یہ چیز متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:-

توضأ ثم قام فصلى ثم
اضطجع ثم قام فخرج...
.... ثم رجع فتسوك
فتوضأ ثم قام فصلى
{صحیح مسلم باب السواك} وفی
روایة قام فصلی رکعتین
...... ثم انصرف فنام ....
ثم فعل ذلك ثلاث
مرات {صحیح مسلم باب الدعا
فی صلاة اللیل}

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات
کو اٹھے آپ) نے وضوء کیا پھر
صلوٰۃ ادا کرنے کھڑے ہو گئے، پھر
آپ لیٹ گئے، پھر آپ باہر
تشریف لے گئے۔ پھر واپس تشریف
لائے، مسواک کی، پھر وضوء کیا پھر
کھڑے ہو کر صلوٰۃ ادا کرنے لگے۔
ایک روایت میں ہے کہ آپ ہر
دو رکعت پڑھنے کے بعد لیٹ
گئے، تین مرتبہ آپ نے ایسا کیا۔

حضرت عائشہؓ کی مندرجہ بالا حدیث میں یہ بھی ہے کہ

حضرت عائشہ رضؓ نے کہا:۔

یارسول اللہ تنام قبل	اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپ وتر
ان توتر قال تنام عینی	سے پہلے سو جاتے ہیں؟ رسول اللہ
ولا ینام قلبی {صحیح بخاری	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری
کتاب المناقب باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم	آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا۔

تنام عینہ ولا ینام قلبہ}

۳۔ اوپر صحیح سند سے یہ گذر چکا ہے کہ حضرت عائشہؓ تین رکعت کو دم کٹی سمجھتی تھیں اور تین رکعت وتر کو ناپسند کرتی تھیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تین رکعتیں متصل ہوتیں تو وہ تین۳ کو ناپسند کیوں کرتیں؟

ان تین وجوہ کی بنا پر ثابت ہوا کہ یہ تینوں رکعتیں متصل نہیں تھیں۔ بلکہ دو۲ پڑھ کر سلام پھیرتے تھے، پھر ایک رکعت پڑھتے تھے۔

(۲) دوسری روایت جو تینؔ رکعت کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے :-

حضرت ابن عبّاسؓ فرماتے ہیں :-

ثمّ اوتر بثلٰثٍ {صحیح مسلم بابُ الدّعاء فی صلٰوۃ اللیل}	پھر رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تینؔ رکعت وتر پڑھیں۔

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ :-

۱۔ اس میں ان تینؔ رکعتوں کے متصل ہونے کا کوئی ثبوت نہیں، دوؔ رکعت کے بعد سلام پھیر کر پھر فوراً ایک رکعت پڑھی جائے تو اسے بھی عموماً تینؔ رکعت کہدیا کرتے ہیں۔

۲۔ حضرت ابن عباسؓ سے وتر کے متعلق سوال کیا گیا تو اُنھوں نے فرمایا :-

سمعت رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول رکعۃ	میں نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا

من اٰخر اللیل {صحیح مسلم باب صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی}	وتر آخر رات میں ایک رکعت پڑھنے کو کہتے ہیں۔

۳۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

الوتر سبع او خمس ولا نحب ثلاثًا بتراء {رواہ محمد بن نصر فی قیام اللیل سندہٗ صحیح۔ نیل الاوطار جزء ۳ صـ ۳۱}	وتر سات یا پانچ پڑھ لئے جائیں لیکن تین دُم کٹے ہم پسند نہیں کرتے۔

اگر حضرت ابن عباسؓ نے رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو تینؔ رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا تھا تو وہ کیسے تینؔ کو دُم کٹا کہتے اور اُسے ناپسند کرتے؟

الغرض اِس حدیث میں بھی تینؔ سے دوؔ اور پھر ایک رکعت مُراد ہے۔ اس قسم کی جتنی بھی حدیثیں ہیں جن میں تین رکعت وتر پڑھنے کا ذکر ہے ان سب میں تینؔ سے دوؔ اور پھر ایک رکعت

مُراد ہے، اور اس کا مزید ثبوت آگے آرہا ہے۔

(۳) تیسری حدیث جو اِس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہے وہ حضرت ابو ایوبؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوتِرَ بِخَمْسٍ	جو شخص پانچ رکعت وتر پڑھنا
فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ	چاہے وہ پانچ رکعت پڑھ لے
أَنْ يُوتِرَ بِثَلٰثٍ فَلْيَفْعَل	جو شخص تین رکعت وتر پڑھنا
وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوتِرَ	چاہے وہ تین رکعت پڑھ لے
بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ {رواہ	اور جو شخص ایک رکعت وتر پڑھنا چاہے
ابوداؤد واحمد وسندہ صحیح}	وہ ایک رکعت پڑھ لے۔

اس حدیث کے بھی کئی جواب ہیں۔

ا۔ یہ حدیث موقوف ہے، مرفوع نہیں۔ علامہ احمد عبدالرحمٰن البنا الساعاتی لکھتے ہیں:۔

قال الحافظ فی التلخیص وصحح أبو حاتم و الذهلی والدار قطنی و البیهقی غیر واحد وقفہ وھو الصواب {بلوغ الامانی جزء ۲ ص ۲۹۳}

حافظ ابن حجرؒ تلخیص میں فرماتے ہیں کہ امام ابو حاتمؒ، امام ذہلیؒ امام دار قطنیؒ، امام بیہقیؒ اور کئی اور ائمہ نے اس کے موقوف ہونے کو صحیح کہا ہے اور یہی صحیح ہے (کہ یہ موقوف ہے مرفوع نہیں ہے)

۲۔ اگر یہ حدیث مرفوع مان لی جائے تو پھر یہ ممانعت کی حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ اُس میں تین کی ممانعت، اِس میں تین کی اجازت۔ اس تضاد کا آخر حل کیا ہے، کونسی حدیث پہلے کی ہے اور کونسی بعد کی۔؟

اگر ممانعت کی حدیث پہلے کی ہے تو پھر اجازت کے الفاظ اس طرح ہونے چاہیئے تھے کہ "میں نے پہلے تمہیں تین رکعت سے منع کیا تھا اب اجازت دیتا ہوں"۔ لیکن اس قسم کے الفاظ

اجازت کی حدیث میں نہیں ہیں حالانکہ اس قسم کے الفاظ دوسرے مسائل کے سلسلہ میں کتبِ حدیث میں ملتے ہیں، مثلاً:۔

نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا {صحیح مسلم}	میں نے تمہیں قبرستان جانے سے منع کیا تھا لیکن (اب) تم جا سکتے ہو۔

کیونکہ تین رکعت کی اجازت کے الفاظ اس طرح وارد نہیں ہوئے لہٰذا ممانعت کی حدیث پہلے کی نہیں ہو سکتی، بعد کی ہی ہو سکتی ہے۔

کیونکہ ممانعت کی حدیث بعد کی ہے لہٰذا اس نے تین کی اجازت کو منسوخ کر دیا۔

(۴) چوتھی حدیث جو اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہے وہ حضرت علی رضؓ سے مروی ہے۔ حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں:۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یوتر	بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر

بثلٰث {احمد و ترمذی} پڑھتے تھے۔

اس حدیث میں بھی یہ نہیں کہ یہ تینؔ رکعت ایک سلام سے ہوتی تھیں۔ مزید برآں اس کی سند میں ایک راوی حارث ہے جو کذّاب ہے، لہٰذا یہ حدیث کالعدم ہے۔

(۵) پانچویں حدیث جو اس سلسلہ میں کئی صحابیوں سے مروی ہے یہ ہے کہ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پہلی رکعت میں سبّح اسم ربّك الاعلیٰ۔ دوسری میں قل یاایّھا الکٰفرون اور تیسری میں قل ھواللہُ احد پڑھتے تھے۔
{رواہ النسائیُ واحمد وسندہ صحیح}

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تین رکعت وتر پڑھتے تھے لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ بلکہ ایک حدیث کے الفاظ تو صاف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ تین رکعت دوؔ سلام

سے ہوتی تھیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم	بے شک رسول اللہ صلی اللہ
کان یقرأ فی الرکعتین اللتین	علیہ وسلم ان دو رکعتوں میں
یوتر بعدھما بسبح اسم	جن کے بعد وتر پڑھا جاتا
ربك الاعلیٰ وقل یاأیھا	ہے سبح اسم ربک الاعلیٰ
الکفرون ویقرأ فی الوتر نقل ھو	اور قل یاایہا الکافرون
اللہ احد وقل اعوذ برب الفلق	پڑھتے تھے اور وتر میں قل ھو
وقل اعوذ برب الناس (رواہ الدار قطنی	اللہ احد اور معوذتین پڑھتے تھے۔

ص ۲/۱۷۲ ورواہ الحاکم وسندہ صحیح (المستدرک ۱/۳۰۵ والتعلیقات للالبانی

علی المشکوٰۃ ۱/۲۹۷)}

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تین رکعت وتر وہ ہوتے ہیں کہ جن میں دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے اور پھر ایک رکعت وتر پڑھا جائے۔ اس قسم کی تمام احادیث جن میں تین

رکعات وتر کا ذکر آیا ہے وہ اسی تشریح پر محمول ہوں گی ۔

ایک حدیث میں حضرت اُبیؓ کی روایت سے نسائی میں یہ الفاظ ہیں :۔

لا یسلم الا فی اٰخرھن سلام نہیں پھیرتے تھے مگر آخر میں

مگر یہ الفاظ مشکوک ہیں ۔ اس کی سند میں سعید بن عبدالرحمٰن ہیں جن سے اس کو زبید، قتادہ، ذر اور عزرہ نے روایت کیا ہے {نسائی ودار قطنی} لیکن سوائے عزرہ کے باقی تینوں نے ان الفاظ کو روایت نہیں کیا۔ عزرہ کی تعدیل صرف اس حد تک ہے کہ وہ مقبول ہیں { تقریب } لیکن اِس روایت میں انہوں نے تین ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے ۔ لہٰذا یہ روایت مشکوک ہے ۔ مزید برآں جب قتادہ براہِ راست سعید بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں تو ان الفاظ کا ذکر نہیں کرتے ، اور جب درمیان میں عزرہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان الفاظ کا ذکر کرتے ہیں

اور وہ بھی عن کے ذریعہ سے ۔ یہ چیز بھی اس روایت کو مزید مشکوک بنا دیتی ہے ۔ مزید برآں اس سند میں سعید بن عروبہ ہیں جن سے یہ حدیث عیسٰی بن یونس اور عبدالعزیز بن خالد نے روایت کی ہے ۔ عیسٰی ثقہ ہیں ، انہوں نے ان الفاظ کو بیان نہیں کیا ، عبدالعزیز نے بیان کیا ہے ۔ جن کی تعدیل صرف مقبولیت کی حد تک ہے ۔ امام شوکانی لکھتے ہیں :۔

رجال اسنادہ ثقات	اس حدیث کے تمام رجال ثقہ
الا عبدالعزیز بن خالد	ہیں سوائے عبدالعزیز بن خالد کے
وھو مقبول ۔ {نیل جز ۳ ص ۲۹}	اور وہ مقبول ہیں ۔

غرض یہ کہ اس حدیث میں دو ایسے راوی ہیں جنہوں نے ثقہ لوگوں کی مخالفت کی ہے ، لہٰذا یہ حدیث مشکوک ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر دو سلام سے پڑھتے تھے

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

انّ عبد اللہ ابن عمرؓ	بے شک حضرت عبداللہ بن عمرؓ
کان یسلم بین الرکعتین	وتر کی دو رکعت اور ایک رکعت
والرکعۃ فی الوتر حتیٰ کان	کے درمیان سلام پھیر دیا کرتے
یأمر ببعض حاجتہ	تھے، یہاں تک کہ اپنے کسی کام
(صحیح بخاری)	کا حکم بھی دے دیا کرتے تھے۔
عن ابن عمر قال کان	حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر
وسلم یفصل بین الوتر	اور جفت (یعنی ایک اور دو)
والشفع بتسلیمۃ	کے درمیان سلام پھیر کر فصل کر
ویسمعناھا (رواہ احمد و	لیا کرتے تھے اور سلام (کی آواز)
سندہ قوی۔ بلوغ جزء ۲ صفحہ ۳۰)۔	ہمیں سنایا کرتے تھے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ دو رکعت پڑھ کر پھر ایک رکعت پڑھنے کو تین رکعت وتر کہا جاتا ہے، اور یہ بھی ثابت

ہوا کہ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم دو اور ایک کے درمیان سلام پھیر دیا کرتے تھے۔

قول وفعل میں تضاد ہو تو کیا کیا جائے

اگر رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قول وفعل میں تضاد ہو تو کیا کرنا چاہیئے؟ بعض لوگوں کا کہنا تو یہ ہے کہ ایسی صورت میں دونوں عمل جائز ہوں گے۔ یعنی اگر تین سے منع کیا ہے اور کوئی شخص اس پر عمل کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔ اور اگر رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تین پڑھے ہیں تو جو شخص اس پر عمل کرتا ہے تو وہ بھی کوئی بُرا کام نہیں کرتا، اس کا عمل بھی سُنّت کے مُطابق ہے۔ ان لوگوں کا یہ اصول اس مفروضہ پر قائم ہے کہ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کسی کام سے منع کرنے کے بعد پھر خود ہی اُس کو کر لیا کرتے تھے اور آپ کے عمل کرنے کا

مقصد یہ ہوتا تھا کہ اس کام کو کر لینا بھی جائز ہے اگرچہ ممانعت کی وجہ سے نہ کرے تو بہتر ہے۔

یہ اصول کتنا قبیح ہے۔ اس کی قباحت کا اندازہ ہر شخص لگا سکتا ہے۔ اگر کسی شخص کے قول و فعل میں تضاد ہو تو اُس کو شریف آدمی کہنا بھی صحیح نہیں، چہ جائیکہ اُسے نبی کہا جائے۔ یہ اصول کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کا حکم دوسروں کو دیتے تھے وہ کام خود نہیں کرتے تھے، یا جس کام سے دوسروں کو منع کرتے تھے خود وہی کام کرتے رہتے تھے بالکل خلافِ قرآن مجید ہے اور شانِ نبوّت کے سراسر منافی ہے۔ حیرت ہے کہ یہ اصول کہاں سے نکلا، کس آیت یا حدیث پر اس کی بنیاد ہے۔ قرآن مجید میں جو کچھ ملتا ہے وہ اس کے خلاف ہے۔ مزید برآں اس اصول کی خاطر ہر جگہ یہ بات فرض کر لی گئی ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل، جو آپؐ کے قول کے خلاف واقع ہوا

ہے وہ اُس قول کے بعد واقع ہوا ہے۔ اگرچہ اس قسم کی بات کے لئے دلیل کی ضرورت تھی کہ واقعی وہ کام رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں کیا ہے، لیکن اس جگہ بے دلیل ہی ایک چیز کو حقیقت سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کی روشنی میں اصول یہ ہونا چاہیئے تھا کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنے قول کے خلاف نہیں کر سکتے۔ اور اگر کوئی ایسا فعل ہمیں مل جاتا ہے تو وہ قول کے بعد کا نہیں ہو سکتا بلکہ قول سے پہلے کا ہو گا۔

اوّل تو یہ ثابت نہیں کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر ایک سلام سے پڑھے جیسا کہ امام محمدؒ بن نصرؒ نے لکھا ہے:۔

لم نجد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبراً ثابتاً	ہمیں ایسی کوئی صحیح اور صریح حدیث نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ

صریحًا انہ اوتر بثلث	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
موصولۃ قال نعم ثبت	نے تین رکعت وتر اکھٹے پڑھے
عنہ انہ اوتر بثلث	البتہ یہ تو ثابت ہے کہ آپؐ
لکن لم یبین الراوی	نے تین رکعت وتر پڑھے لیکن
ھل ھی موصولۃ او	راوی نے یہ وضاحت نہیں کی
مفصولۃ {نیل جزء ۳ ص۳۱}	کہ وہ تین اکھٹے تھے یا علیحدہ۔

اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر ایک سلام سے پڑھے ہیں تو آپؐ کا یہ فعل آپؐ کے قول کے خلاف واقع ہوگا اور ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے کہ آپؐ نے تین رکعت وتر ممانعت کا حکم دینے سے پہلے پڑھے ہوں گے، ممانعت کے حکم نے موصولاً تین رکعت وتر پڑھنے کو منسوخ کر دیا۔

اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ آپؐ نے تین رکعت وتر کی ممانعت

کے بعد تین رکعت وتر موصولاً پڑھے تو پھر یہ امکان ہے کہ یہ آپؐ کی خصوصیت ہو۔ ایسی صورت میں ہمارا قول یہ ہوگا کہ

"آپؐ کو جو حکم مِلا تھا وہ آپؐ نے کیا۔
ہمیں جو حکم مِلا ہے ہم وہ کریں گے۔"

اور ہمیں جو حکم ملا ہے وہ یہ ہے کہ ہم تین رکعت اکٹھی نہ پڑھیں۔